P. O. RGD No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۲ | ۱۵ جنوری سنہ ۱۹۵۳ء | ایڈیٹر قاضی عبدالغفار | ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۷۲ ہجری | نمبر ۲

کچھ اپنی باتیں

انجمن ترقی اردو دھلی کا سالانہ جلسہ

۴ جنوری کو انجمن کی شاخ دھلی کے سالانہ جلسہ میں مرکزی انجمن کے جنرل سکریٹری نے تقریر کرتے ہوئے جو کچھہ کہا اسکا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

انھوں نے سب سے پہلے جلسہ میں حاضرین کی کافی تعداد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ "یہہ امر بھی ہمت افزا ہے کہ اس جلسہ کے شرکا میں ھماری بہنوں کی تعداد بھائیوں سے زیادہ ہے۔ علاقائی تحریک کے سلسلہ میں مجھے یہہ خوشگوار تجربہ حاصل ہوا ہے کہ جہاں کہیں ھماری بہنوں نے کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرلیا تو انھوں نے مردوں سے بہتر کام کیا اور بہتر نتائج حاصل کئے۔ کیا عجب ہے کہ دھلی میں بھی اردو زبان کے لئے خواتین یہہ دلچسپی فال نیک ثابت ہو"۔

اتر دیش کی علاقائی تحریک کا ذکر کرتے ہوئے قاضی صاحب نے فرمایا کہ انجمن اپنے خاموش علمی کاموں سے قطع نظر کر کے اردو زبان کی حفاظت کے لئے میدان میں آنے پر اس وقت مجبور ہوئی جب ہم نے دیکھا کہ سرکاری عہدے دار بھی اردو کو ختم کرنے کے درپے ہیں اور حسب باوجود وعدوں کے ان تعلیمی رکاوٹوں کو رفع نہیں کیا گیا جو اردو کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ "جب ہم نے دیکھا کہ ھماری آیندہ نسلیں اپنی مادری زبان سے اس لئے محروم ہوجانے والی ہیں کہ ابتدائی مدارس میں بھی اردو کی تعلیم کا دروازہ بند کردیا گیا ہے۔ تب ہم یہہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ اب بھی اگر انجمن ترقی اردو خاموش رہتی ہے تو پھر اگر اردو زبان ہی نہ رہی تو انجمن ترقی اردو کا وجود بھی بے معنی ہوجائیگا۔ اسلئے ہم مجبور ہوئے کہ اردو زبان کے ساتھہ جو ناانصافی کی جارہی ہے اسکے خلاف کوئی قدم اٹھائیں۔ ھمیں ملک کے دستور کی دفعہ ۳۴۷ کا سہارا مل گیا اور ہم نے اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے آزاد ھندستان کے جمہوری دستور کو مخالفوں کے مقابلہ میں ڈھال بنایا۔" ان بے بنیاد الزامات

کا ذکر کرتے ہوئے جو علاقائی تحریک پر لگائے جارہے ہیں قاضی صاحب نے کہا کہ

"پہلا الزام ہمارے سر یہ تھوپا جارہا ہے کہ یہ تحریک فرقہ واری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم اردو زبان کی حفاظت اس لئے کر رہے ہیں کہ اس کی مخالفت ہمارے ملک کی آزادی کے بنیادی اصولوں کی مخالفت ہے۔ ہمارے دستور کے دو بڑے بنیادی اصول ناقابل انکار ہیں۔ ایک سکولرزم اور ایک مشترکہ تہذیب (CompositCulture) کا تحفظ۔ اردو زبان ہمارے ملک میں سکولرزم اور مشترکہ تہذیب کا بہت نمایاں نشان ہے۔ اگر اس نشان کو مٹایا جائیگا تو جو لوگ ایسی کوشش کریں گے وہ آزاد ہندوستان کے وجود پر ضرب لگائینگے۔ وہ ملک کے بہترین مفاد سے بغاوت کریں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر ایسی چیز کی حفاظت ضروری ہے جو بنیادی طور پر ملک کی آزادی اور اس کے دستور اساسی سے تعلق رکھتی ہو۔ اردو زبان کو اگر میں سیکولر زبان کہتا ہوں تو اسکا بین ثبوت یہہ ہے کہ ہماری علاقائی تحریک میں جو دستخط حاصل کئے جارہے ہیں ان میں بغیر کسی کوشش کے ہزارہا ہندو بھائیوں کے بھی دستخط حاصل ہورہے ہیں اور اسکا بین ثبوت آج کا جلسہ بھی ہے جس میں ہندو اور سکھ بھائی شریک ہیں اور تجاویز پیش کر رہے ہیں اور تقریریں کر رہے ہیں بلاشبہ اردو کا پلیٹ فارم ایک سیکولر پلیٹ فارم ہے اردو سے زیادہ ملک کی کوئی زبان اس مشترکہ تہذیب کی نمائندہ نہیں ہو سکتی جسکا ذکر ہمارے دستور میں کیا گیا ہے۔ اسکا اب و گل ہندو اور مسلمانوں کی تہذیب کا میل جول ہے۔ اسی اتحاد سے وہ پیدا ہوئی اور اسی اتحاد نے اس کو پرورش کیا۔ کسقدر حیرت ہوتی ہے جب ہم آج یہ طعنے سنتے ہیں کہ اردو زبان کی تحریک ایک فرقہ واری تحریک ہے۔

دوسرا الزام ہم پر یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ ہم ہندی زبان کے مخالف ہیں۔ جن لوگوں نے ہمکو بالکل بے عقل اور نادان سمجھ لیا ہے ان سے تو میں کیا کہوں لیکن جو لوگ عقل سے محروم نہ ہوں وہ سوچیں کہ کیا کوئی جماعت یا فرقہ ہندی کی مخالفت کرکے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا پسند کریگا۔ ہندی سرکاری زبان ہے اور اسکو سیکھے بغیر ہر اس جماعت کے لئے جو سرکاری زبان کی مخالفت کرے فلاح و بہبود کے بہت سے دروازے بند ہو جائینگے۔ سنہ ۵۷ کے بعد ۵۰ سال تک مسلمانوں نے انگریزی تعلیم کی سخت مخالفت کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ملک کی ترقی میں پچاس سال پیچھے رہ گئے اور بعد کو اپنی اس حماقت پر پچھتائے۔ کیا وہ اس تجربہ کے بعد سرکاری زبان کے معاملہ میں پھر وہی غلطی کرینگے؟ جہاں تک انجمن کا تعلق ہے کوئی تقریر اور کوئی تحریر ایسی نہیں ہے جسمیں اردو کی حمایت کے ساتھہ ہندی پڑھنے پر زور نہ دیا گیا ہو۔ اردو کی علاقائی حیثیت کا سوال بھی صرف اردو تک محدود نہیں ہے بلکہ انجمن تمام ان علاقائی زبانوں کے حقوق کی حامی ہے جنکو دستور میں تسلیم کیا گیا ہے۔ ہم مرہٹی یا بنگالی یا تلنگی کے حقوق پر بھی اسی طرح زور دیتے ہیں جس طرح اردو کے حقوق پر۔ یہہ اور بات ہے کہ کسی دوسرے صوبہ میں کسی علاقائی زبان کی وہ مخالفت نہیں کی جارہی ہے جو اردو زبان کی اترپردیش میں کی جارہی ہے۔ اسی لئے اردو کا سوال زیادہ آگے آگیا ہے۔"

علاقائی تحریک کی کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے قاضی صاحب نے فرمایا کہ اترپردیش میں باوجود مخالف حالات کے یہہ بہت بڑا کام ہوا ہے۔ اس وقت تک تقریباً ۵ لاکھ دستخط حاصل کئے جاچکے ہیں اور ابھی بہت سے فارم اضلاع سے واپس نہیں آئے ہیں۔ اب وہ بھیجے جارہے ہیں اور آئندہ ۲ ماہ کے اندر یہہ تعداد یقیناً ۲۰ لاکھ سے اوپر ہو جائیگی اس وقت ہم صدر جمہوریہ کے سامنے اپنا معروضہ پیش کرینگے۔ اس تحریک کے سلسلے میں ایک بڑا کام یہہ ہوا ہے کہ اترپردیش میں اردو زبان کے حامیوں کی تنظیم مکمل ہوگئی ہے۔ آج تقریباً ساڑھے

ساڑھے چار سو مرکز قایم ہیں جو کام کر رہے ہیں اور ہزاروں ورکر ہیں جو اس تنظیم کا تجربہ حاصل کر رہے ہیں۔ یہ لوگ اردو زبان کی تحریک کے سپاہی ثابت ہونگے اور اسی عوامی قوت سے کام لیکر ہم اتر پردیش میں علاقائی زبان کے اس مرتبہ کو محفوظ کرا سکینگے جسکی وہ حقدار ہے۔ ہماری یہ تنظیم اردو زبان کی بہت بڑی خدمت ہوگی اور وہ ہر ناانصافی کا پوری طرح مقابلہ کر سکیگی"

قاضی صاحب نے آخر میں مقامی انجمن کو خاص طور پر تعمیری اور بنیادی کاموں پر توجہ دلائی اور کہا کہ ضلع میں جگہ جگہ حلقہ وار ادبی مدرسے اور مکتب اور مدارس شبینہ اور ریڈنگ روم اور کتب خانے قایم کئے جائیں۔ اصل کام یہ ہی ہے۔ مقامی انجمن کے سامنے زبان کی حفاظت کا کوئی ایسا مسئلہ پیش نہیں ہے جیسا کہ اتر پردیش میں پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ یکسوئی کے ساتھ تعمیری اور بنیادی کاموں پر توجہ کر سکتی ہے۔

ہلکے ہلکے اشارے

--- اردو زبان کے اخباروں اور رسالوں میں آجکل معموں کی بھرمار ہے اور جوے کی یہ ایک "علمی اور ادبی" وبا اسطرح پھیلی ہے کہ اب بہت سے اخباروں اور رسالوں کا مقصد ہی محض یہ معمہ بازی ہے۔ صرف ایک چھوٹے سے رسالہ کی اشاعت میں جتنے معموں کے نام نظر آئے وہ ہم تفریحاً۔۔اور تفریحاً سے زیادہ احتجاجاً پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:-

(۱) راج کپور انعامی معمہ (۲) دلشاد معمہ (۳) مکی پہیلی (۴) اریہ ورت معمے (۵) ماڈرن معمے (۶) پرکاش معمے (۸) قسمت معمے (۸) بھارت معمے (۹) مشعل معمے (۱۰) فرنٹیر معمے (۱۱) ریاض معمے (۱۲) مقبول معمے (۱۳) مہتاب معمہ (۱۴) اوبھار معمہ (۱۵) مددگار معمہ (۱۶) شان معمہ وغیرہ وغیرہ۔

--- یہ ذہنی تفریح اب اپنی حد سے گزر کر بدہضمی کی صورت اختیار کر رہی ہے۔۔اور صرف بدہضمی ہی نہیں، بد مذاقی بھی۔ ذرا ان معموں کے اشتہاری ناموں ہی کو دیکھ لیجئے!

--- سنا گیا ہے کہ بمبئی کی حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ سرکاری زبان کے تعین کے لئے جو قانون منظوری کے لئے اسمبلی میں پیش کیا جانے والا تھا وہ پیش نہ کیا جائے یعنی وہاں گجراتی اور مرہٹی کے حقوق کو ہندی سے جدا کرنا مشکل معلوم ہوا۔

--- لیکن ہمارے اتر پردیش کا انداز فکر ہی کچھ اور ہے!

--- اسی "بادِ صبا" نے علاقائی تحریک کا گل کھلایا ہے! مگر فرقہ پرستی کا الزام اردو والوں کے سر ہے!

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر!!

--- خورجہ میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر ٹنڈن نے فرمایا کہ:-

"ہندی قومی زبان ہے اور کسی دوسری زبان کی ترقی کو نہیں روکتی۔ اردو کوئی زبان نہیں ہے وہ تو ایک طرزِ بیان ہے۔ اگر ہم کچھ ہندی الفاظ اسمیں سے نکال لیں تو وہ صرف فارسی رہ جائیگی............"

ٹنڈن جی کا "طرزِ بیان" ہی کچھ ایسا ہے کہ اگر اسمیں سے وہ موٹے موٹے سنسکرت کے الفاظ نکال دئے جائیں جو آجکل استعمال کئے جا رہے ہیں تو وہ صرف اردو یا ہندستانی رہ جاتی ہے! اگر ٹنڈن جی اردو کے ان ہندی لفظوں کو بتا دیں جنکے نکال دینے سے اردو فارسی بن جاتی ہے تو ہم ثابت کر دینگے کہ وہ سب اردو کے الفاظ ہیں! اسمیں بھی کوئی جھگڑے کی بات نہیں اگر اردو زبان کے لفظوں کو ٹنڈن جی ہندی کا جداگانہ نام دیں۔ ہم تو اردو کو بھی ہندی ہی سمجھتے ہیں۔۔ لیکن اصل کانٹا کچھ اور ہے!۔۔ یوں سمجھ لیجئے کہ اگر مرہٹی زبان میں یا بنگالی زبان میں فارسی کے سینکڑوں اور

ہزاروں لفظ استعمال ہوں تو ان زبانوں کے مرہٹی یا بنگالی ہونے پر ٹنڈن کو اعتراض نہیں اور نہ اتنی فارسی کی امیزش پر اعتراض ہے زبان کی "پاکی" کا سوال جو خاص اترپردیش میں تولد ہوا ہے وہ فرقہ پرستی کے بطن سے پیدا ہو رہا ہے — اسکو کیا کیجئے !!

— بنگال کا صوبہ اترپردیش سے کوچھ پیچھے رہ گیا تھا بارے اب معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کی پوری کرنے کا ارادہ کرلیا ہے — تازہ اطلاع یہہ ہے کہ سخاوت گرلس اسکول میں اردو پڑھنے والی لڑکیوں کا داخلہ بند کردیا گیا ہے !!۔

ڈاکٹر بی۔ سی۔ رائے پنت جی کے لگ بھگ آ گئیں! اور ہونا بھی چاہئے تھا اس لئے کہ ماشاءاللہ دونوں کانگریس کے درجہ اول کے نیتا ہیں۔ اور مہاتما گاندھی کے سامنے زانوے ادب تہ کرچکے ہیں !!

— جن سنگھ نے اردو کے بارے میں اپنے رزولیوشن میں کہا ہے "یو۔پی بہار اور دہلی میں اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرانے کی جو تحریک چلائی جا رہی ہے وہ جن سنگھ کے خیال میں قومیت دشمنی ہے۔ اس لئے حکومت کو اس قسم کی تحریک پر کان نہ دھرنا چاہئے" ۔

— یہہ جو کچھہ کہا گیا اسکا کوئی شکوہ نہیں دکھانا یہہ ہے کہ ہمارے اترپردیش میں بات ایک ہی ہوتی ہے خواہ وہ پولیٹکل کانفرنس (کانگریس) کے حلق سے نکلے یا جن سنگھ کے حلق سے! اردو کی علاقائی تحریک ان دونوں بہائیوں کے ایک دوسرے سے کتنا قریب لے آئی ہے !!

اترپردیش کی علاقائی زبان

[۲۲ نومبر کے ہریجن میں شری کری راج کشور کا یہہ مراسلہ شائع ہوا ہے]

اطلاع ملی ہے کہ ۴ اکتوبر کو الہ آباد میں دارا گنج منڈل ہندی سبھا کے جلسہ کا افتتاح کرتے ہوئے بابو پرشوتم داس ٹنڈن نے اردو کو علاقائی زبان بنانے کی تحریک کے متعلق کہا کہ یہہ تحریک قوم پرستی کے خلاف اور ہندی زبان کو نقصان پہنچانے کے لئے جاری کی گئی ہے۔ انہوں نے یہہ بھی کہا کہ وہ اردو کے خلاف نہیں ہیں .... اور چاہتے ہیں کہ لوگ اردو اور فارسی پڑھیں۔ مگر انہوں نے پرجوش طریقہ سے اپیل کی کہ عوام کے دلوں میں ہندی کے متعلق احساس پیدا کیا جائے تاکہ کسی کی یہہ ہمت نہ ہو کہ ہندستانی تہذیب میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرے یا قومی زبان ہندی کو نظر انداز کرے ۔

اترپردیش کی حکومت کا یہ فیصلہ کہ ہندی کے ساتھہ اردو کو اس ریاست کی علاقائی زبان تسلیم نہ کیا جائے ایسا ہے جسکی نسبت کم سے کم یہہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ غیر جمہوری اور دستور کی روح کے خلاف ہے۔ یہہ ایک طفلانہ بات ہوگی اگر اس حقیقت سے انکار کیا جائے کہ اترپردیش میں لاکھوں عوام ایسے ہیں جو مذہبی عقاید کی تمیز کے بغیر اردو کے سوائے کسی زبان سے واقف نہیں ہیں۔ اترپردیش کی حکومت کا یہ فیصلہ بہت سے لوگوں کے لئے نہایت تکلیف دہ ہے اور یہہ بالکل حق بجانب اور قابل قیاس بات ہے اگر وہ اجتماعی طور پر اپنی شکایت کو حکومت کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کریں۔ اترپردیش اور دوسرے مقامات کے صاحب فہم لوگوں کو اسکی کوشش کرنی چاہئے کہ یہہ مطالبہ قبول کرلیا جائے۔

یہہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ دستور کی دفعہ ۳۴۷ کے تحت صدر جمہوریہ کو یہہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اترپردیش کی حکومت کو اردو کو ریاستی زبان تسلیم کرنے کی ہدایت کرے اس دفعہ ۳۴۷ کی عبارت یہہ ہے کہ "اس معاملہ میں اگر مطالبہ کیا جائے تو صدر کو اختیار ہے کہ وہ اگر اس امر پر مطمئن ہو کہ کسی ریاست

کی ایک قابل لحاظ آبادی یہہ خواہش رکھتی ہے کہ کوئی زبان جسے وہ بولتی ہے سرکاری طور پر تسلیم کی جائے تو یہہ ہدایت کرے کہ ایسی زبان کو تمام ریاست میں یا اسکے کسی حصہ میں ایسی اغراض کے لئے جنکا صدر تعین کرے سرکاری طور پر تسلیم کیا جائے"۔ جبکہ دستوری صورت حال یہہ ہے تو پھر اردو زبان کو ریاست کی زبان تسلیم کرانے کی تحریک کو کس طرح مفاد قومی کے منافی کہا جا سکتا ہے۔

اس صورت میں جبکہ گجراتی، مرہٹی، ہندی، بنگالی اور دوسری علاقائی زبانیں قومی زبان کے مفاد کو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکیں تو یہ بات سمجھہ میں نہیں آتی کہ کیا نقصان ہوگا اگر اردو زبان جو درحقیقت اتر پردیش کی ایک زبان اور ہندی کا ایک دوسرا روپ مختلف لکھاوٹ میں ہے تسلیم کرلی جائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوائے اردو زبان کے مخالفت کرنے کی خواہش کے جس کی جڑ فرقہ پرستی ہے اور کوئی وجہہ اس مخالفت کی نہیں ہے۔

ایک وقت وہ تھا جبکہ ہندی ہندوستانی تہذیب کی ترقی کا ذریعہ بن رہی تھی، لیکن بعض وجوہ سے جن پر اس وقت بحث نہیں کی جاسکتی اس زبان کی وسیع اور ہمہ گیر ترقی کو روک دیا گیا اور زبان کی "پاکی" کے دعویداروں نے اسکو زیادہ تر سنسکرت بنا کر اسکی بیش قیمت وراثت سے محروم کر دینا چاہا۔ اردو نے بھی بہت زیادہ فارسیت اختیار کرکے اسی قسم کی غلطی کی۔ مہاتما گاندھی نے ان دونوں زبانوں کو سہارا دینا چاہا تاکہ ان کو ملاکر عوام کی زبان بنایا جائے جو وہ درحقیقت تھیں۔ لیکن اس صوبہ کے (جو اردو کا وطن ہے) سنسکرت پرست راہ میں حائل ہوئے اور اب اتر پردیش میں دو مقامی زبانیں ہو گئیں۔ یعنی اردو اور ہندی۔ اب ہندی نے (جسکا وطن بھی یہی صوبہ ہے) اپنے کو ایک علاقائی زبان بنا لیا اور وہ کل ہند بنیاد پر کام کرنے کے قابل نہ رہی۔ اس لئے دستور کی دفعہ ۳۵۱ میں کل ہند ہندی کی ترقی کا طریقہ حسب ذیل الفاظ میں بتایا گیا ہے۔

"یونین کا یہ فرض ہوگا کہ وہ ہندی زبان کو ترقی دے اور پھیلائے۔ اس طرح ترقی دے کہ وہ ہندوستان کی مشترک تہذیب کے تمام عناصر کے لئے اظہار خیال کا ذریعہ بن جائے اور اسکی دولت میں دوسری زبانوں کو ملا کر اس طریقہ سے اضافہ کرے بشرطیکہ اسکے مزاج اور شکل اور طرز اظہار میں جو ہندستانی زبان کا ہے کوئی مداخلت نہ ہو جنکی تصریح اٹھویں فہرست میں کی گئی ہے۔ اور اسکو ترقی دینے کے لئے جہاں مناسب ہو اسکے الفاظ اول سنسکرت اور پھر دوسری زبانوں سے حاصل کئے جائیں"

جب تک ہندی بولنے والے صوبوں کے لوگ ملک میں ہندی زبان کی ترقی کے کام کو صرف اپنے ہی لئے مخصوص سمجھینگے تو انہیں لسانی سامراجیت کی بو آتی رہیگی۔ لیکن اگر دوسرے صوبوں کے لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جائیگا تو وہ یقیناً اپنے ہموطنوں کو ہندی سکھانے کی پوری کوشش کرینگے جس طرح کہ بعض مقامات پر اب بھی ہو رہا ہے۔ اس طرح وہ دفعہ ۳۵۱ کی ہدایت کے مطابق اس زبان کی ترقی میں مدد کر سکینگے اس لئے اب تمام اتر پردیش کے لئے مسئلہ یہہ ہے کہ وہ ہندی اور اردو دونوں کو صوبہ کی علاقائی زبان تسلیم کرے اور اسطرح دونوں کے طرز بیان کا ایک خوشگوار مرکب پیدا کرے اور اور کل ہند ہندی کو موقعہ دے کہ وہ اپنے طور پر آزادی کے ساتھہ نشوونما حاصل کرے اور صحیح طور "ہند کی مرکب تہذیب" کا آلہ کار بن جائے۔

انجمن کی خبریں

علاقائی زبان

دظرباعر لکھنو

۲۱ دسمبر سنہ ۱۹۵۲ع لکھنؤ۔ سلطانہ بیگم آنرس سکریٹری اردو علاقائی زبان کمیٹی اطلاع دیتی ہیں کہ اس وقت زبان کمیٹی کی سارے صوبے میں ۲۷۵ شاخیں قائم ہو چکی ہیں اور بعض شاخیں ایسی بھی ہیں جو ۲۰۰-۳۰۰ مقامات تک میں کام کر رہی ہیں

بعض اضلاع اس مہم میں خاص طور سے دلچسپی لے رہے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں

کہ انکا ضلع دوسرے ضلعوں سے اردو کی تائید میں دستخط حاصل کرنے میں سب سے آگے رہے۔

اس مقابلے میں پچیس ہزار سے زیادہ دستخط دفتر اردو علاقائی زبان کمیٹی نظر اغ کو بھیجنے والے اضلاع شامل ہیں۔

۱۔ ضلع لکھنؤ ۱۶۰۹۲۰ دستخط ۲۔ ضلع میرٹھ ۱۱۷۹۹۰ دستخط ۳۔ سہارنپور ۹۳۰۰۰۰ دستخط ۴۔ ضلع مراد آباد ۹۳۲۷۰ دستخط ۵۔ ضلع مظفر نگر ۵۷۶۳۰ دستخط ۶۔ ضلع بجنور ۸۸۰۰۰ دستخط ۷۔ ضلع رام پور ۵۰۰۰۰ دستخط

ایک طرحی مشاعرہ

احمد اللہ خان صاحب شروانی مختار عدالت کلکٹری کنوینر کل ہند طرحی مشاعرہ نمائش علی گڈھ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:

نمائش کمیٹی کا کل ہند طرحی مشاعرہ ۳۱ جنوری سنہ ۱۹۵۳ ع کی رات میں ہوگا مصرعہ طرح یہہ ہے۔

"کیونکر کہوں کہ انکو شعور وفا نہیں"

مشاعرے کا افتتاح ڈاکٹر کاٹجو صاحب فرمائینگے اور میر مشاعرہ کے فرائض مشہور شاعر کرپی ناتھہ صاحب امن لکھنوی ڈپٹی اسپیکر دہلی اسمبلی انجام دینگے جن کا مطبوعہ خطبہ اردو زبان کے مسائل اور مشاعرے کی اہمیت پر ایک تاریخی تبصرہ ہوگا۔

شعرا میں ہر مکتب خیال کے قدیم وجدید فن کاروں کو دعوت نامے بھیجے گئے ہیں اور ان سے استدعا کی گئی ہے کہ مصرعہ طرح پر غزل ضرور لکھکر لائیں۔ مشاعرہ کمیٹی نے شعرا کی تصویر ان کے طرحی کلام کا انتخاب اور ان کے اپنے لکھے ہوئے حالات زندگی بھی شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ اسی کے ساتھہ مشاہیر کے دستخطی پیغامات بھی شائع کئے جائینگے جو مشاعرے کی اہمیت کے سلسلے میں حاصل کئے جارہے ہیں۔ مشاعرے کو کامیاب بنانے کے لئے کمیٹی کی درخواست پر یونیورسٹی کے اساتذہ بھی کافی دلچسپی لے رہے ہیں۔ مشاعرہ میں داخلہ بذریعہ ٹکٹ ہوگا جس کی شرح حسب ذیل ہے۔

دس روپے۔ پانچ روپے۔ دو روپے۔ ایک روپے اور آٹھہ آنے۔

خواتین کے لئے خاص انتظام ہوگا۔ اور ان کے لئے ٹکٹ صرف ایک روپے کی نشست کا ہوگا۔

ذیل کے شعراء اکرام نے شرکت کی دعوت قبول کرلی ہے۔

جگر مراد آبادی۔ اثر لکھنوی۔ فراق گورکھپوری۔ میکش اکبر آبادی۔ ندرت میرٹھی۔ طالب باغپتی۔ انور صابری۔ احمق پھپھوندوی۔ ندبر بنارسی۔ عرش ملسیانی۔ عزیز سلونوی۔ خمار بارہ بنکوی۔ عارف بیاوی۔ محشر لکھنوی۔ ندرت کانپوری۔ سواسی مارہروی۔ کوثر میرٹھی۔ شہریار میرٹھی۔ بسمل شاہجہانپوری۔ شفیق الہ آبادی۔ سلیم کھتولوی۔ ضبط رامپوری صدیق مارہروی۔ مینا زیدی۔ کامل دہلوی۔ حفیظ لکھنوی۔ وحشی کانپوری۔ استاد نوح ناروی۔ زاہر حرم محمود لکھنوی۔ منور لکھنوی۔ روشن دہلوی۔ اکبری سلطان پوری۔

ان کے علاوہ راج کماری۔ سورج کلا سہائے سرور اور مخفی صاحبہ' گلزار احمد شروانی بھی شرکت فرمائینگے۔

ان تمام خصوصیات کے پیش نظر امید کی جاتی ہے کہ یہہ مشاعرہ اس دور کا یادگار مشاعرہ ہوگا۔

حیدرآباد میں اردو کا موقف

۲ اکتوبر سنہ ۱۹۵۲ء کو انجمن ترقی اردو (حیدرآباد) کا ایک وفد عالی جناب چیف منسٹر صاحب ریاست حیدرآباد کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس وفد نے جو درخواست ممدوح کی خدمت میں پیش کی تھی' انجمن ترقی اردو نے گذشتہ ہفتہ اس یادداشت کو ایک صحافتی کانفرنس میں عوام کی اطلاع کے لئے شائع کیا ہے۔

(۱) یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اردو ریاست حیدرآباد کی اہم زبانوں میں سے ایک ہے۔ یہی نہیں جن لوگوں کی وہ مادری زبان ہے اون کی تعداد حیدرآباد میں کنڑی بولنے والوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے اور اگر ہم ان لوگوں کو بھی شامل کرلیں جو اردو کو بطور ایک 'ثانوی زبان' کے استعمال کرتے ہیں تو پھر اردو بولنے والوں کی تعداد اس ریاست کی ایک اور اہم زبان یعنی مرہٹی بولنے والوں کے قریب قریب پہنچ جاتی ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ سنہ ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے پورے اعداد ابھی شائع نہیں ہوئے۔ اس لئے ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم سنہ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے حوالے سے چند اعداد آپ کی خدمت میں پیش کریں۔

۱۹۴۱ء میں حیدرآباد کی چاروں زبانوں کے اعداد

	کنڑی	مرہٹی	تلنگی	آردو
بطور مادری زبان کے	۱۷،۲۳،۱۸۰	۳۹،۳۷۰،۸۹	۷۰،۲۹،۲۲۹	۲۱،۰۸،۱۰۰۵
بطور ذیلی زبان کے	۳،۷۰،۲۳۳	۲،۰۹،۵۷۰۹	۸،۰۴،۲۹۹۷	۲۲،۳۸،۲۶۳
جملہ	۲۰،۹۳،۰۱۳	۳۱،۶۱،۲۷۹۸	۸۳،۸۳،۱۹۹	۴۳،۱۲۵،۲۶۹

(۲) سنہ ۱۹۴۱ء میں ریاست کی جملہ آبادی ۱۶۳۳۸،۵۳۴ تھی اس میں سے ان لوگوں کی تعداد جن کی مادری زبان آردو تھی' ۲۱،۰۸،۰۰۰ تھی ہم بجا طور پر یہ فرض کرسکتے ہیں کہ یہی تناسب سنہ ۱۹۵۱ء میں بھی قایم رہا ہوگا۔ اس اعتبار سے ریاست کی موجودہ آبادی یعنی ۱،۸۶،۵۵،۱۰۸ میں سے ان لوگوں کی تعداد جن کی مادری زبان آردو ہے تقریباً ۲۳،۹۸،۰۰۰ ہوتی ہے۔ ہماری عرض ہے کہ جو زبان اس ریاست کے تقریباً ڈھائی ملین باشندوں کی مادری زبان ہو اس کی بابت کیسے کہا جا سکتا ہے

ہے کہ وہ یہاں کے باشندوں کی ایک قابل لحاظ تعداد کی زبان نہیں ہے۔ (۹ اکتوبر سنہ ۱۹۵۲ ع کو جب یہہ درخواست پیش کی گئی تھی تو سنہ ۱۹۵۱ ع کی مردم شماری کے اعداد حاصل نہیں ہوسکے تھے لیکن اب یہہ اعداد شائع ہوگئے ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں:-

بطور مادری زبان:- آردو ۲۱،۰۹،۲۱۴ تلنگی ۸۹،۲۱،۰۲۴، مرہٹی ۴۴،۳۱،۹۸۲، کنڑی ۱۹،۶۱،۹۰۱ ۔ ان اعداد سے ظاہر ہے کہ ریاست کی دوسری زبانوں کے مقابلے میں آردو کی حیثیت بدستور قائم ہے اور کنڑی پر اس کو اب بھی کافی فوقیت حاصل ہے)۔

(۳) ریاست حیدرآباد کی نام نہاد "علاقائی" صورت حال کے متعلق چند باتیں جناب کے گوش گزار کرتی ہیں۔ جناب ملاحظہ فرمائیں کہ "سرکاری زبان" کے مسئلے کا دستور کے حصہ ۱۷ سے تعلق ہے اور اس کے چار باب ہیں جن میں سے پہلے باب میں "یونین کی زبان" اور دوسرے باب میں "علاقائی زبانوں" کا ذکر ہے۔ اگر جناب غور فرمائیں کے تو جناب کو واضح ہوگا کہ "علاقائی زبانوں" کی اصطلاح کی کہیں بھی تعریف نہیں کی گئی بلکہ ان الفاظ کو دوسرے باب کی سرخی کی طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ علاقائی زبانوں کا مفہوم سمجھنے کے لئے ہمیں دفعات ۳۴۵ اور ۳۴۷ پر غور کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ یہہ دفعات براہ راست اس سرخی کے تحت آئے ہیں۔ دفعہ ۳۴۵ میں لکھا ہے کہ ریاستی اسمبلی کو اختیار ہوگا کہ وہ:-

"ایسی ایک یا ایک سے زیادہ زبانوں کو جو اس ریاست میں بولی جاتی ہوں سرکاری اغراض کے لئے تسلیم کرلے" اور دفعہ ۳۴۷ سے یہہ بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ:-

"اگر کسی ریاست کے رہنے والوں کی ایک قابل لحاظ تعداد اس کی خواہش کرے کہ اس زبان کو جسے وہ بولتے ہوں وہ ریاست تسلیم کرلے" تو راشٹرپتی کو اختیار ہوگا کہ وہ اس بارے میں مناسب ہدایتیں جاری فرمائیں۔

ہم جناب کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ دفعہ ۳۴۵ یا دفعہ ۳۴۷ میں یہہ کہیں نہیں لکھا کہ کسی زبان کو کسی ریاست کی زبان تسلیم کرنے کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ اس کے بولنے والے ریاست کے کسی خاص حصے یا چند ضلعوں میں محدود ہوں، بلکہ دستور کے حصہ ۱۷ باب ۲ سے یہہ عیاں ہوجاتا ہے کہ اگر کوئی زبان ساری ریاست میں پھیلی ہوئی ہو اور ایک معقول حصہ آبادی اسے بولتا ہو تو وہ بجا طور پر یہہ حق رکھتی ہے کہ اسے سرکاری اور دوسرے اغراض کے لئے تسلیم کیا جائے۔ دراصل "علاقائی زبانوں" سے مراد محض ریاستی زبانیں ہیں اور اس اصطلاح کو صرف اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ باب (۱) کی دفعات ۳۴۳ اور ۳۴۴ میں "یونین کی زبان" کے متعلق جو کچھہ لکھا ہے اس سے امتیاز کیا جاسکے۔

(۴) لیکن اگر "علاقائی زبانوں" کا وہ مفہوم جو آج کل حیدرآباد میں غلط طور پر رائج ہوگیا ہے، تھوڑی دیر کے لئے صحیح مان لیا جائے تب بھی ہمارا یہہ معروضہ ہے کہ آردو زبان کا دعوی بدستور اپنی ٹھوس بنیادوں پر قائم رہتا ہے۔ سنہ ۱۹۳۱ ع کی مردم شماری کا پھر ایک مرتبہ حوالہ دیتے ہوئے ہم جناب کو توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اس وقت حیدرآباد، سکندرآباد، لالہ گوڑہ، ترمل گیری اور بلارم کے ۷،۳۹،۱۰۹، باشندوں میں سے ۴،۱۹،۱۴۳ یا تقریباً ۵۵ فی صد آبادی کی مادری زبان آردو ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ زبانوں سے متعلق سنہ ۱۹۵۱ ع کے اعداد و شمار ابھی تک دستیاب نہیں ہوسکے ہیں۔ لیکن اگر اسی تناسب کو قائم رکھا جائے جو سنہ ۱۹۳۱ ع میں تھا تو اس علاقہ کے ۱۰،۸۵،۷۲۲ باشندوں میں سے تقریباً ۶،۱۰،۶۰۹ باشندے ایسے ہوں کے جن کی مادری زبان آردو ہے۔ اس طرح وہ سارا علاقہ جس میں حیدرآباد و سکندرآباد جیسے اہم شہر اور ان کے وسیع نواح شامل ہیں، ایک ایسا علاقہ ہے جس کی اکثریت کی مادری

زبان اُردو ہے۔ ہمارے اس دعوے کا مزید ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ گذشتہ عام انتخابات کے موقعہ پر اس اہم خطے کے امیدواروں نے اپنے اپنے الیکشن کا تقریباً ۹۰ فی صد کاروبار اُردو زبان کے ذریعہ سے کیا تھا۔

(۵) اس مسئلے کے ایک اور پہلو کے متعلق بھی ہم آپ سے عرض کرنے کی اجازت چاہتے ہیں، اور وہ ہے اُردو زبان کا تہذیبی کلچرل اور ہمہ گیر پہلو۔ جناب کے پیش رو آنریبل مسٹر ویلوڈی نے (جو آج بھی ریاست کے ایک بڑے عہدے پر ممتاز ہیں) غالباً اسی پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے ۹ ستمبر سنہ ۱۹۵۰ ع کو عثمانیہ یونیورسٹی کی نئی تنظیم یافتہ سنیٹ کو بہ حیثیت چانسلر مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اُردو ہمیشہ ریاست حیدرآباد کے تعلیم یافتہ طبقوں کی مشترکہ زبان رہی ہے، اس کے علاوہ یہہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اس ریاست کے تمام شہروں اور بڑے قصبوں میں ہر مذہب و ملت کے لوگ آسانی کے ساتھہ اُردو بولتے ہیں۔

(۶) ہم اس موقعہ پر بھی یاد دلانا چاہتے ہیں کہ دوسری تین مقامی زبانوں کے ساتھہ اُردو کو بھی ہماری قانون ساز اسمبلی کی ایک سرکاری زبان تسلیم کرایا گیا ہے بلکہ واقعہ یہہ ہے کہ اُردو ہی وہ زبان ہے جسے اسمبلی کے تقریباً تمام اراکین خواہ وہ ریاست کے کسی حصے کے نمایندے کیوں نہ ہوں سمجھتے ہیں اور عملی طور پر اسمبلی کے اندر اکثر و بیشتر کام اسی زبان میں انجام پاتا ہے۔

(۷) ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم ایک لمحہ کے لئے بھی کسی اور زبان کے راستے میں حائل ہونا نہیں چاہتے اور حیدرآباد سرکار کو اختیار ہے کہ دستور ہند کی دفعہ ۳۴۵ اور ۳۴۷ کے مطابق ریاست کی جس زبان کو چاہے کسی غرض کے لئے استعمال کرے لیکن ہماری یہہ استدعا ضرور ہے کہ جو زبان گزشتہ کئی نسلوں سے سرکاری اغراض کے لئے استعمال کی جاتی رہی ہے اوسے بھی اس ریاست کی ایک سرکاری زبان کی حیثیت سے برقرار رکھا جائے۔

(۸) ہم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ خود جناب کو اُردو زبان و ادب میں کس قدر دست گاہ حاصل ہے۔ ہمیں اس پر بھی فخر ہے کہ جناب والا نے ہمارے مرکزی ادارے یعنی انجمن ترقی اُردو (ہند) کی رکنیت قبول فرمائی ہے اور اس طرح اس بات کا مزید ثبوت دیا ہے کہ اُردو زبان سے جس کی ہم اس وقت نمایندگی کر رہے ہیں جناب والا کو کتنی گہری دلچسپی ہے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ جناب والا اس ریاست کی تمام زبانوں کے ساتھہ انصاف کرنا چاہتے ہیں اور اس طرح اُردو زبان بھی اپنے جائز حقوق سے محروم نہیں رہتی۔

(۹) ان سب باتوں کے پیش نظر ہمارا یہہ معروضہ ہے کہ جناب والا بحیثیت اس ریاست کے چیف منسٹر کے یہہ اعلان فرمادیں کہ:

(الف) کہ اُردو اس ریاست کی ایک اہم زبان ہے اور وہ ریاست کے روز مرہ کاروبار میں بلا کسی تفریق کے عام طور پر بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ریاست کی آبادی کا ایک معقول حصہ اسے بہ طور مادری زبان کے بولتا ہے۔ خاص کر شہر حیدرآباد اور اس کے وسیع مضافات میں تو بہ حیثیت مادری زبان کے اس کے بولنے والوں کی اکثریت ہے۔

(ب) دوسرے یہہ کہ اُردو ہر طرح اس بات کا مستحق ہے کہ تلنگی، مرہٹی اور کنڑی کی طرح اوسے بھی اس ریاست میں ایک سرکاری زبان کی حیثیت سے برقرار رکھا جائے۔

درخواست گذاران

اکبر یار جنگ، سعید جنگ، ہارون خان شروانی، ام ترسنگ راؤ، غلام یزدانی، افضل الرحمن، حبیب الرحمن۔

باہتمام عزیز حسین منیجر نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپا اور قاضی عبد الغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اُردو (ہند) علی گڈہ سے شائع کیا۔